نماز بوقت خطبہ پر محققانہ بحث

مولانا عبداللہ خاں صاحب کرتپوری فاضل دیوبند

(۴)

(۶) عن سلمانؓ الفارسی قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اغتسل یوم الجمعۃ وتطھر بما استطاع من طھر ثم ادھن او مسّ من طیب ثم راح فلم یفرق بین اثنین فصلی ما کتب لہ ثم اذا خرج الامام انصت غفر لہ بینہ وبین الجمعۃ الاخری (بخاری)

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جس قدر ہو سکے صفائی کرے پھر تیل یا خوشبو لگائے اور دو شخصوں کے درمیان تفریق نہ کرے اور نماز پڑھے جس قدر کہ اس کے مقدر میں ہے پھر جب امام (خطبہ کے لئے) نکلے تو خاموشی اختیار کرے تو اس کے گناہ اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک معاف ہونگے۔ امام بخاری نے اس کو روایت کیا ہے لہ

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کا وقت خطبہ سے قبل کا ہے اور خطبہ شروع ہونے پر سلسلہ نماز بند ہوجاتا ہے۔ اگرچہ حدیث میں خطبہ سے قبل آئے ہوئے لوگوں کے لئے نماز کی ممانعت کا تذکرہ ہے۔ لیکن

لہ حافظ ابن حجر اس قسم کے استدلالات کو مقابل النص کہتے ہوئے استدلال فاسد قرار دیتے ہیں۔ راقم الحروف عرض کرتا ہے یہ توجب ہی جبکہ وہ نص بھی معارض سے سالم ہو (عینی) اور مسئلہ کا دار مدار بھی قیاس پر رہ ہو اور قیاس بھی قیاس محض ہو اور یہاں ان میں سے کوئی بات بھی نہیں، اصل مسئلہ متعدد نصوص صریحہ سے ثابت ہوچکا۔ البتہ آپ کی ہر دو دلیل آپ کے بیان کردہ مطلب میں نہ صریح ہیں اور نہ معارض سے سالم ہیں (کما مجئی) ہمارا یہ قیاس مستنبط من النصوص ہے اور نصوص صحیحہ ہی کی تائید میں لایا گیا ہے۔ اس کو نص سے متصادم قرار دینا یہ آپ کا قیاس ہے جو خود قیاسِ فاسد ہے۔

شارع علیہ السلام کی نظر میں خطبہ کے وقت آنے والا اس سے مستثنیٰ تھا تو پھر اس کے اظہار کا بھی تو یہی موقع تھا۔ اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ ایک محل نماز ہے اور دوسرا محل سکوت و انصات ہے۔ محل نماز قبل از خروج امام کا وقت ہے اور محل استماع و انصات بعد از خروج امام یعنی خطبہ کا وقت ہے اور یہ انصات (خاموشی) خطبہ سننے کے لئے ہے۔ خطبہ جس مقصد و ضرورت کے لئے شروع ہوا ہے اور اس کی تکمیل کے لئے اس کا سننا اور اس کی طرف کلیتہً متوجہ ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے کیا اس مقصد و ضرورت کا تعلق صرف انہی لوگوں سے ہے جو امام سے قبل آچکے ہوں؟ ایسا ہے تو تحیۃ المسجد کی تخصیص و استثناء کا سوال صحیح و برمحل ہے اور اگر ایسا نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر یہ سوال بے محل ہے اور ممانعت نماز خطبہ سے قبل آنے والوں اور بحالت خطبہ آنے والوں سبھی کے لئے مساوی ہے۔

(۷) عن ثعلبۃ بن ابی مالک القرظی قال ادرکت عمر و عثمان فکان الامام اذا خرج یوم الجمعۃ ترکنا الصلوٰۃ۔ رواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ

ثعلبۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا میں نے عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانہ کو پایا ہے جب امام جمعہ کے دن (خطبہ کے لئے) نکلتا تو ہم نماز چھوڑ دیتے تھے۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں اسکو روایت کیا ہے۔

(۸) عن ابن شہاب عن ثعلبۃ بن ابی مالک القرظی انہ اخبرہ انھم کانوا فی زمن عمر بن الخطاب یصلون یوم الجمعۃ حتی یخرج عمر بن الخطاب فاذا خرج عمرؓ جلس علی المنبر واذن المؤذن قال ثعلبۃ جلسنا نتحدث فاذا سکت المؤذنون وقام عمر یخطب انصتنا فلم یتکلم احد منا قال ابن شہاب فخروج الامام یقطع الصلوٰۃ وکلامہ یقطع الکلام (رواہ مالک)

ابن شہاب سے روایت ہے ان کو خبر دی ثعلبۃ نے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ جمعہ کے دن حضرت عمرؓ کے تشریف لانے تک نماز پڑھتے تھے اور جب آپ تشریف لاکر منبر پر بیٹھ جاتے اور موذن اذان ختم کر چکتے اور حضرت عمرؓ کھڑے ہو کر خطبہ شروع فرماتے تو ہم خاموش ہو جاتے اور ہم میں سے کوئی کلام نہ کرتا۔ ابن شہاب نے کہا پس امام کا خطبہ کے لئے نکلنا نماز کو قطع کر دیتا ہے اور خطبہ کلام کو قطع کرتا ہے۔

امام مالک نے اس کو روایت کیا ہے۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ وعثمانؓ کے زمانہ میں بوقتِ خطبہ نماز نہیں پڑھی جاتی تھی، خطبہ شروع ہوتے ہی نماز وکلام کا سلسلہ بند ہوجاتا تھا۔ خلفاء راشدین کے زمانہ میں کسی ضعیف سے ضعیف روایت سے بھی ادائیگی تحیۃ الوضو بحالت خطبہ کا ثبوت نہیں ۔

(۹) عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب بینما ھو یخطب یوم الجمعۃ اذ دخل رجل فقال عمر بن الخطاب لم تحتبسون عن الصلوٰۃ فقال الرجل ما ھو الا ان سمعت النداء توضأت فقال الم تسمعوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا راح احدکم فلیغتسل رواہ البخاری وغیرہ

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جمعہ کے دن حضرت عمرؓ کے خطبہ کے درمیان ایک شخص آئے آپ نے فرمایا تم لوگ نماز میں کیوں دیر کرتے ہو۔ انھوں نے عرض کیا اس سے زیادہ وقت نہیں گذرا کہ اذان سنتے ہی میں نے وضو کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں سُنا کہ جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کو جائے تو اس کو غسل کرنا چاہیئے۔ اسکو امام بخاری ودیگر حضرات نے روایت کیا ہو

خطبہ کے وقت آنے والے یہ صاحب حضرت عثمانؓ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کے دیر میں آنے اور غسل جمعہ نہ کرنے پر اعتراض کیا مگر بحالت خطبہ تحیۃ المسجد کی ادائیگی کے لئے اُن کو نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ بحالت خطبہ تحیۃ المسجد کی عدم مشروعیت نہ صرف حضرت عمر وعثمان رضی اللہ عنہما کے نزدیک ہی ہے بلکہ صحابہ کی یہ تمام جماعت بھی اسی امر کی قائل ہے [۱]

(۱۰) عن ھشام بن عروۃ قال رأیت عبد اللہ بن صفوان دخل یوم الجمعۃ

ہشام بن عروۃ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن صفوان کو دیکھا کہ وہ جمعہ کے دن مسجد میں

---

[۱] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس واقعہ کا کوئی معقول جواب نہیں دے سکے جو کچھ فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ شاید عثمان رضی اللہ عنہ نے تحیۃ المسجد ادا کرلی ہو اور روایت میں اس کا تذکرہ نہ آیا ہو۔ حافظ عینی رحمۃ اللہ نے اس کا بہت چست جواب دیا فرماتے ہیں لم ینقل انہ امرہ بالرکعتین ولا نقل انہ صلاھما مطلب یہ کہ معاملہ ایک نہیں بلکہ دو ہیں (۱) نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (خطیب وامام) نے خطبہ کے وقت آنے والے شخص (عثمان رضی اللہ عنہ) کو نماز کے لئے حکم دیا اور نہ آنے والے (حضرت عثمان) نے خود ہی اس وقت نماز ادا کی۔ واقعہ کی کسی روایت میں ان ہر دو باتوں میں سے کسی ایک کا ثبوت نہیں مدار نقل پر ہے نہ امکان عقلی پر۔

وعبداللہ بن الزبیر یخطب علی المنبر (الی ان قال الراوی) فاستلم الرکن ثم قال السّلام علیك یا امیرالمومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ثم جلس ولم یرکع (رواہ الطحاوی)

داخل ہوئے اور عبداللہ بن الزبیر خطبہ فرمارہے تھے (مختصر یہ کہ) انھوں نے استلام رکن کیا۔ سلام کرکے بیٹھ گئے اور نماز نہیں پڑھی۔

طحاوی نے اس کو روایت کیا ہے

عبداللہ بن صفوان رضی اللہ عنہ صحابی ہیں وہ جمعہ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (صحابی) کے خطبہ کے وقت آتے ہیں۔ بیٹھ جاتے ہیں اور تحیۃ المسجد اس وقت ادا نہیں کرتے اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خلیفہ اور امیر ہونے کے علاوہ خطیب اور امام ہونے کی بنا پر بھی مقتدیوں کی اس قسم کی جملہ ذمہ داریوں کے حامل ہیں اُن کو بوقت خطبہ تحیۃ المسجد کی ادائیگی کا حکم نہیں فرماتے اور نہ صحابہ اور تابعین کی اس جماعت میں سے کوئی صاحب ابن صفوان وابن زبیر پر مخالفت سنت کا الزام رکھتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان ہر دو صحابی کے علاوہ دیگر تمام حاضرین بھی خطبہ کے وقت تحیۃ المسجد کی ادائیگی کو مسنون نہیں سمجھتے تھے۔

(۱۱) عن عطاء عن ابن عباس وابن عمر انھما کانا یکرھان الصلوٰۃ والکلام یوم الجمعۃ بعد خروج الامام۔ رواہ ابن ابی شیبہ فی مصنفہ

عطاء رحمہ اللہ حضرت ابن عباس وابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں حضرات جمعہ کے دن امام کے (خطبہ کے لئے) نکلنے کے بعد نماز وکلام کو مکروہ سمجھتے تھے۔ حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنفہ میں اسکو روایت کیا ہے

(۱۲) عن مجاھد[لہ] وعطاء بن ابی رباح وعلی انھم کرھوا الصلوٰۃ والامام یخطب یوم الجمعۃ۔ رواہ ابن ابی شیبہ فی مصنفہ۔

مجاہدؒ۔ عطاءؒ بن ابی رباح اور حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ یہ ہر سہ حضرات امام کے خطبہ میں مشغول ہونے کے وقت نماز کو مکروہ سمجھتے تھے۔ ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں اس کو روایت کیا ہے۔

لہ حافظ ابن حجرؒ نے خلفاء راشدین اور اکابر صحابہ کے مسلک کے معاملہ میں بوقت خطبہ آنے والے کی تخصیص کا جو احتمال نکالا تھا یہ روایت اس کے برخلاف دلیل قاطع ہے۔ اس روایت میں مجاہد اور ابن ابی رباح رحمہما اللہ کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مسلک بھی ممانعت نماز بوقت خطبہ کا بیان کیا گیا ہے۔ مجاہد اور ابن ابی رباح وغیرہ ائمہ تابعین مسلمہ طور پر جماعت تابعین میں ہیں اور ان ہی کی موافقت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بیان کیا جا رہا ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جن ائمہ نقل نے خلفاء راشدین اور اکابر صحابہ کو مانعین میں شمار کیا ہے اُن کا یہ نقل صحیح ہے اور حافظ ابن حجرؒ کا ادعاء تخصیص روایات کے مطلب میں تحریف ہے۔

ان روایات سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ اور سید التابعین عطاء ابن ابی رباح اور جامع العلوم مجاہد رحمہما اللہ جیسے ائمہ تابعین خطبہ کے وقت نماز کو مکروہ سمجھتے تھے۔

(۱۳) عن ابن شہاب قال حدثنی ثعلبۃ بن ابی مالک القرظی ان جلوس الامام یقطع الصلوٰۃ وکلامہ یقطع الکلام الحدیث رواہ الطحاوی والبیہقی وغیرہما۔

ابن شہاب سے نقل ہے انھوں نے کہا کہ مجھ سے ثعلبۃ بن ابی المالک القرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ امام کا (خطبہ کے لئے) منبر پر بیٹھنا نماز کو قطع کر دیتا ہے اور خطبہ کلام کو قطع کرتا ہے۔ طحاوی و بیہقی وغیرہما نے اس کو روایت کیا ہے۔

حضرت ثعلبۃ رضی اللہ عنہ صحابی پُر زور الفاظ میں امام کے منبر پر بیٹھنے کو نماز کا قاطع و مانع فرماتے ہیں۔

(۱۴) عن توبتہ العنبری قال قال الشعبی ارأیت الحسن حین یجیئ وقد خرج الامام فیصلی عمن اخذ ھذا۔ رأیت شریحًا اذا جاء وقد خرج الامام لم یصل رواہ الطحاوی وابن ابی شیبہ فی مصنفہ

توبتہ العنبری سے منقول ہے وہ کہتے تھے شعبی نے کہا کیا تم نے حسن کو دیکھا کہ وہ امام کے (خطبہ کیلئے) نکلنے کے بعد آتے تو نماز پڑھتے ہیں۔ یہ طریقہ انھوں نے کس سے لیا ہے۔ میں نے شریح کو دیکھا کہ وہ امام کے نکلنے کے بعد آتے تو نماز نہیں پڑھتے تھے طحاوی اور ابن ابی شیبہ نے اس کو روایت کیا۔

شعبی رحمہ اللہ تابعین میں بلند پایہ امام ہیں۔ پانچسو صحابہ سے ملاقات کئے ہوئے ہیں۔ نماز بحالت خطبہ کو مسنون نہیں سمجھتے اور حسن رحمہ اللہ پر سختی سے نکیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انھوں نے یہ فعل کس سے لیا ہے۔ پھر قاضی شُریح جیسے جلیل القدر متبحر عالم کے تعامل سے استدلال کرتے ہیں جنھوں نے صحابہ کے زمانہ میں ستر سال تک عہدۂ قضا کو سنبھالا اور خوش اسلوبی کے ساتھ اس اہم کام کو انجام کو پہونچایا۔

(۱۵) عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ قال

ہشام بن عروہ اپنے باپ (عروۃ بن الزبیر) سے روایت

اذا قعد الامام على المنبر فلا صلوٰة	کرتے ہیں کہ امام جب منبر پر (خطبہ کے لئے) بیٹھ جائے
رواہ ابن ابی شیبہ فی مصنفہ	تو پھر کوئی نماز درست نہیں (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت عروۃ بن الزبیر مفتیِ مدینہ ہیں ان کا شمار تابعین کے اُن فقہاء میں ہے جن کا قول مسئلہ میں آخری مہر سمجھی جاتی تھی۔ اکابر صحابہ سے علم حاصل کئے ہوئے ہیں منبر پر امام کے پہنچنے کے بعد قطعی طور پر نماز کی ممانعت فرماتے ہیں۔

(۱۶) عن سعید بن المسیب قال	سعید بن المسیب سے منقول ہے انھوں نے فرمایا امام کا
خروج الامام یقطع الصلوٰۃ وکلامہ یقطع	(خطبہ کیلئے) نکلنا نماز کو قاطع ہے اور خطبہ کلام کو قاطع ہے
الکلام (رواہ بن ابی شیبہ فی مصنفہ)	ابوبکر بن ابی شیبہ نے اس کو روایت کیا ہے۔

سعید بن المسیب رحمہ اللہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے داماد اور ان کے علوم کے حامل ہیں ان کا تبحرِ علمی صحابہؓ کے زمانہ میں مسلم رہا ہے۔ خروج امام کو نماز کا قاطع فرماتے ہیں۔

(۱۷) عن ابن شہاب فی الرجل یدخل	ابن شہاب (زہری) سے مروی ہے انھوں نے جمعہ کے
المسجد یوم الجمعۃ والامام یخطب	دن خطبہ کے وقت آنے والے کے لئے کہا کہ بیٹھ جائے
قال یجلس ولا یسبح ای لا یصلی (رواہ الطحاوی)	اور نماز نہ پڑھے (طحاوی نے اس کو روایت کیا ہے)

ابن شہاب زہری تابعینِ مدینہ میں بڑے پایہ کے امام ہیں۔ امام مالک آپ کے شاگرد ہیں۔ امام شافعیؒ آپ کی مدح میں رطب اللسان ہیں، خطبہ کے وقت آنیوالے کے لئے نماز کی ممانعت کا حکم فرماتے ہیں۔

(۱۸) عن ابن سیرین انہ کان یقول	ابن سیرین سے منقول ہے کہ امام کے (خطبہ کیلئے) نکلنے کے
اذا خرج الامام فلا یصل احد حتّٰی	بعد کوئی شخص نماز نہ پڑھے۔ یہانتک کہ امام (خطبہ و نماز سے)
یفرغ الامام۔ (رواہ ابن ابی شیبہ)	فارغ نہ ہو جائے (مصنف ابن ابی شیبہ)

محمد بن سیرین رحمہ اللہ مدینہ کے ائمہ تابعین میں بلند پایہ محدث وفقیہ تھے اُن کا تقویٰ وخشیت اور افتاء میں احتیاط امر مسلمہ ہے وہ خطبہ کے وقت نماز کی ممانعت کا حکم صادر فرماتے ہیں۔

(۱۹) عن لیث عن مجاهد انه کرہ ان یصلی والامام یخطب (رواہ الطحاوی وابن ابی شیبه)

لیثؒ حضرت مجاہدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے امام کے خطبہ کے وقت نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھا ہے۔ (طحاوی مصنف ابن ابی شیبہ)

مجاہد رحمہ اللہ ائمہ تابعین میں بڑے درجہ کے محدث و مفسر ہیں۔ حضرت ابن عباس وابن عمر رضی اللہ عنہم کی خدمت میں رہکر عرصۂ دراز تک علوم حاصل کئے۔ خطبہ کے وقت نماز کو مکروہ جانتے تھے۔

(۲۰) عن خالد الحذاء ان ابا قلابة جاء یوم الجمعة والامام یخطب فجلس ولم یصل (رواہ الطحاوی)

خالدؒ سے روایت ہے کہ ابو قلابہ جمعہ کے دن خطبہ کے وقت آکر بیٹھ گئے اور نماز نہیں پڑھی۔ (طحاوی نے اس کو روایت کیا ہے)

ابو قلابہ رحمہ اللہ ائمہ تابعین میں بہت اوصاف کے حامل ہیں۔ بہت صحابہ سے شرفِ ملاقات حاصل ہے خطبہ کے وقت آنا ہوا تو نماز نہیں پڑھی اور بیٹھ گئے۔

مذکورہ بالا احادیث وآثار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ کے وقت نماز کی ممانعت فرمانا اور خلفاء راشدین وجمہور صحابہ وتابعین وائمہ دین کا بحالت خطبہ نماز کو مکروہ سمجھنا روز روشن کی طرح سے آشکارا ہوگیا ہے۔ چونکہ یہ وقت بیان احکامات اور تعلیم مہمات دین ذکر اللہ اور قرأۃ قرآن کا ہے اس لئے اس وقت کسی مشغولیت کی اجازت نہیں ہے، ہر محل استماع فعل وحرکت شارع علیہ السّلام کی نظر میں سخت مبغوض ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔

عن ابن عباس قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من تکلم یوم الجمعة فهو کمثل الحمار یحمل اسفارا والذی یقول له انصت فلیس له جمعة۔ (رواہ احمد)

ابن عباسؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے جس شخص نے جمعہ کے دن امام کے خطبہ کے وقت کلام کیا وہ مثل گدھے کے ہے جو کتابوں کو اُٹھاتا ہے اور جو (دوسرا شخص اس کو زبان سے خاموش کرے اس کا جمعہ ہی نہیں ہوا (رواہ احمد)

اس حدیث سے جس وضاحت کے ساتھ خطبہ کا محلِ استماع وسکوت ہونا ثابت ہورہا ہے وہ محتاج

بیان نہیں۔ آیت واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا میں قرات قرآن کے وقت خاموش رہنے اور اس کو کان لگا کر سننے کا حکم ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک آیت کا نزول بھی سکوت عند الخطبہ میں ہوا ہے اور اس کا حکم تو متفقہ طور پر ایسے ہر ایک موقع کو حاوی و شامل ہے[۵]

ان نصوص کے مقابلہ میں اباحت نماز کے لئے مجوزین کی جانب سے قصۂ سُلیکؓ پیش کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کے وقت سُلیک رضی اللہ عنہ کو تحیۃ المسجد کی ادائیگی کے لئے حکم فرمایا۔ یہ قصہ کچھ تعبیرِ لفظی کے ساتھ کتب احادیث میں موجود ہے بعض روایات میں سُلیک کا نام آتا ہے اور کسی حدیث میں لفظ رجل آتا ہے مگر قصہ ایک ہی شخص کا ہے۔ علامہ ابن العربی محدث مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں" قصۂ سُلیک کے معارض و مقابل اس سے قوی دلائل ہیں خود حکم الٰہی موجود ہے کہ قرآن کی قرأت کے وقت خاموشی اختیار کرو اور اسی کی طرف کان لگائے رہو (اور خطبہ میں آیات کی قرأۃ ناقابلِ انکار حقیقت ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کے لئے اس کی بھی اجازت نہیں دی کہ کسی فضول اور لغو کام کرنے والے کو خطبہ کے وقت زبان سے خاموش کیا جائے پس جبکہ امر بالمعروف یعنی بحالت خطبہ لغو کام کرنے والوں کو زبان سے خاموش کرنے کی ممانعت (اس میں قلیل وقت صرف ہونے اور نوافل سے اعلیٰ مرتبہ میں ہونے کے باوجود) ہوئی تو پھر نوافل کی ممانعت (امر بالمعروف سے کم درجہ میں ہوتے اور ان میں کثیر وقت صرف ہونے کے باوجود) بدرجہ اولیٰ ہوگا۔ (انتہیٰ بالتشریح فتح الباری)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کو علامہ ابن العربی محدث کی یہ ٹھوس اور پختہ بات برداشت نہ ہوئی اور اس کے جواب میں مشغول ہوگئے فرماتے ہیں کہ تمام خطبہ قرآن تو نہیں اور جس قدر قرآن ہے اس میں سے مصلی بوقت خطبہ کی تخصیص ہونی چاہیئے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ مصلّی بحالت خطبہ کو سُنت بھی کہا جا سکتا ہے (فتح الباری ملخصاً) راقم الحروف عرض کرتا ہے جبکہ خطبہ میں قرآن کا کوئی موقع متعین نہیں تو مجوزین کیلئے کلیت اور جزئیت کی بحث مفید نہیں ہو سکتی۔ باقی مصلی بحالت خطبہ کو منصت قرار دینا حقیقت کے خلاف ہے۔ احادیث صحیحہ میں متعدد مقام پر انصات کا استعمال نماز چھوڑنے کے موقع پر ہوا ہے۔ صحیح بخاری

---

[۵] ملاحظہ ہو فتح البیان از نواب صدیق حسن خان مرحوم کتاب اختیارات العلمیہ از حافظ ابن تیمیہؒ ۱۲

ہیں ہو من اغتسل یوم الجمعۃ (الی) ثم راح فلم یفرق بین اثنین فصلی ماکتب لہ ثم اذا خرج الامام انصت جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے (الی) پھر (مسجد کو) جائے اور دو بیٹھے ہوئے اشخاص کے درمیان تفریق نہ کرے (جس سے ان کو اذیت ہو) اور جس قدر مقدر میں ہو نماز پڑھے۔ پھر جب امام (خطبہ کے لئے) نکل آئے تو خاموشی اختیار کرلے یعنی نماز چھوڑ دے۔ اس حدیث میں صاف طور پر انصات کا استعمال نماز چھوڑنے کے موقع پر ہوا ہو اور دیگر روایات میں بھی ایسا ہی ہو۔ مسند امام کی روایت میں گذر چکا ہو فان لم یجد الامام خرج صلی ما بدا لہ وان وجد الامام قد خرج جلس فاستمع وانصت۔ غرضیکہ احادیث سے ثابت ہو کہ شارع علیہ السّلام کی اصطلاح میں مصلی بحالت خطبہ پر منصت کا اطلاق صحیح نہیں۔ اس موقع پر حافظؒ نے مصلی بحالت خطبہ پر منصت کے اطلاق کے صحت کی ایک دلیل بھی تحریر فرمائی بہتر ہو کہ اس کا بھی تجزیہ کردیا جائے۔ فرماتے ہیں کہ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ آپ کی قرأۃ اور تکبیر کے درمیان جو سکوت ہوتا ہو اس میں آپ کیا پڑھا کرتے ہیں۔ چونکہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آہستہ پڑھنے پر سکوت کا اطلاق کیا۔ لہذا آہستگی کے ساتھ نماز پڑھنے والے کو منصت کہا جاسکتا ہو۔ راقم الحروف عرض کرتا ہو آپکا دعویٰ مصلی بحالت خطبہ پر منصت کے اطلاق کے صحت کا ہو اور آپ دلیل ساکت کے اطلاق کے صحت کی لارہے ہیں۔ حضرت ان دونوں لفظوں کے معنیٰ میں فرق ہو۔ سکوت کے معنی مطلق خاموشی کے ہیں اور نصت کے معنی میں سکوت کے ساتھ کلام کو سننے کے لئے اس کی طرف کان لگانا متوجہ ہونا بھی داخل ہو۔ چونکہ شریعت کو خطبہ کے وقت ایسی ہی خاموشی مطلوب تھی جس میں خطبہ سننے کے لئے کلیتہً توجہ ہو لہذا آیت و احادیث میں انصات کا استعمال کیا گیا ہو سکوت کا استعمال نہیں کیا گیا۔ پس آپ مصلی بحالت خطبہ کو منصت نہیں کہہ سکتے ہیں۔ لہذا آپکی یہ دلیل آپ کا مدعا ثابت کرنے سے قطعاً قاصر رہی۔ تاج اللغۃ میں ہو نصت الانصات السکوت والاستماع للحدیث قاموس میں ہو انصتہ ولہ سکت لہ واستمع لحدیثہ المنجد میں نصت کے معنے لکھتے ہیں سکت مستمعاً لحدیثہ۔ حافظ ابن حجرؒ جیسے جبل علم اور اہل لسان کے قلم سے ایسی بات صادر نہیں ہوتی تو بہتر تھا۔ ابن العربی رضی اللہ عنہ نے دو چیزیں پیش کی تھیں ایک حکم استماع دوسرا حکم انصات۔ انصات کی یہ تاویل کردیگئی کہ مصلی بحالت خطبہ کو منصت ہی سمجھنا چاہیئے یعنی وہ بولنے کی حالت

میں بھی گویا کہ خاموش اور من بولیدم کا مصداق ہو رہا استماع اس کی حافظؒ نے کوئی تاویل نہیں کی حالانکہ اس کی بھی یہ تاویل ہو سکتی تھی کہ مصلی بحالت خطبہ نماز بھی جاری رکھے لیکن کان اور دھیان خطبہ کی طرف لگائے رکھے حقیقت یہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تاویلات حد درجہ رکیک ہیں۔ رہا تخصیص کا مسئلہ سو حافظ ابن حجر نص قرآنی کی تخصیص ایسی روایت سے کرنا چاہتے ہیں جو مراد میں صریح نہیں اور نہ وہ جرح سے سالم اور نہ معارض سے اور نہ معارض پر کسی طور اس کو ترجیح و فوقیت حاصل ہے نہ کسی نص قرآنی کی تائید اس کو حاصل ہے اور نہ جمہور صحابہ و تابعین کے مسلک کی۔ اس صورت میں نصوص متواترہ کی تخصیص اس سے کیسے کیجا سکتی ہے۔

بہرحال سُلیک رضی اللہ عنہ کا جو واقعہ کتب حدیث میں ہے اس کے متعلق ایک بنیادی سوال یہ ہے کہ ان کی نماز کے وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں مشغول رہے یا نہیں کیونکہ اوراق گذشتہ میں بخوبی ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم متعدد مرتبہ خاص ضرورتوں کی بنا پر خطبہ شروع فرمانے کے بعد اس کو چھوڑ کر دیگر کاموں میں مصروف ہوئے ہیں اور ان کاموں کو پورا فرمانیکے بعد پھر خطبہ کیطرف دوبارہ متوجہ ہوئے ہیں۔ بعینہٖ یہی صورت یہاں بھی ہے آنحضرتؐ نے سلیکؓ کو نماز کیلئے کھڑا کیا اور خود ان کے لئے فراہمی صدقہ میں مشغول ہوئے انکی نماز کے وقت خطبہ نہیں تھا بلکہ فراہمی صدقہ تھا۔ پس مجوزین کو اس سے استدلال کا کوئی حق نہیں۔ نسائی میں ہے۔

جاء الرجل یوم الجمعۃ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب بھیئۃ بذۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصلیت قال لا قال صل وحث الناس علی الصدقۃ قال فالقوا ثیابا فاعطاہ منھا ثوبین الحدیث۔

یعنی ایک شخص جمعہ کے دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے وقت بوسیدہ لباس میں آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے دو رکعت پڑھ لیں عرض کیا نہیں فرمایا دو رکعت پڑھ لو اور خود آنحضرتؐ نے اُن کے لئے صدقہ کی لوگوں سے اپیل کی۔ لوگوں نے صدقہ میں کپڑے پھینکے۔ پھر آنحضرتؐ نے ان کپڑوں میں سے اس شخص کو دو کپڑے دیئے

اس حدیث سے واضح طور پر چند امور ثابت ہو رہے ہیں۔ سُلیکؓ رضی اللہ عنہ بوسیدہ لباس میں آئے۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلیکؓ کو نماز کے لئے کھڑا کیا۔ اُس کے بعد حاضرین کو صدقہ پر برانگیختہ کیا پھر آنحضرتؐ صدقہ کی وصولیابی اور حاضرین صدقہ دینے اور دلانے میں مصروف رہے۔ صدقہ میں بہت سے کپڑے حاصل

ہوئے ان میں سے آنحضرتؐ نے دو کپڑے سلیکؓ کو مرحمت فرمائے اور بقیہ کپڑے دیگر ضرورتمندوں کے لئے بچا لئے
ان امور سے معلوم ہورہا ہے کہ سلیکؓ کے آنے سے قبل اگر خطبہ شروع بھی ہوچکا تھا تو ان کے آنے پر آنحضرتؐ نے خطبہ چھوڑ دیا اور ان کے لئے اس وقت فراہمی صدقہ کا کام کیا ہے ورنہ خطبہ کے درمیان اس قدر مشاغل کا کوئی امکان نہیں۔ بحالت خطبہ تو قلیل سے قلیل حرکت پر دربار رسالت سے ناراضگی کا اظہار کیا گیا۔ فرماتے ہیں (من مسّ الحصیٰ فقد لغا ومن لغیٰ فلا جمعۃ لہ) جو خطبہ کے وقت کنکریوں کو چھوتا رہا اس نے لغو کام کیا اور لغو کام کرنے والوں کا تو جمعہ ہی نہیں ہوتا ہے۔

الحاصل سلیک رضی اللہ عنہ خطبہ شروع ہونے سے قبل آئے ہوں یا شروع ہونے کے بعد مگر اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ جاتا ہے کہ ان کی نماز کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں مشغول نہ تھے۔

سنن نسائی کی مذکورہ روایت میں جو مضمون بیان ہوا ہے اس سے واقعہ سلیک کی اصلیت منکشف ہوجاتی ہے بعض روایات میں اسی بات کو واضح تعبیر سے بیان کیا گیا ہے سنن دارقطنی میں ہے۔

دخل رجل من قیس المسجد ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخطب فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قم فارکع رکعتین وامسک عن الخطبۃ حتّی فرغ من صلاتہ۔	قبیلہ قیس کے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے وقت مسجد میں داخل ہوئے۔ آنحضرتؐ نے ان کو فرمایا کھڑے ہوکر دو رکعت پڑھو اور خود آنحضرت ان کے نماز سے فارغ ہونے تک خطبہ سے رکے رہے۔

یہی مضمون دوسری روایت میں اس طرح سے مذکور ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین امرہ ان یصلی رکعتین امسک عن الخطبۃ حتّی فرغ من رکعتیہ ثم عاد الی خطبتہ (سنن دارقطنی)	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو دو رکعت کا حکم فرماکر خود اس کے نماز سے فارغ ہونے تک خطبہ سے رکے رہے (جب وہ نماز سے فارغ ہوگئے) تب آنحضرتؐ نے خطبہ کی طرف رجوع فرمایا۔

تیسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما امر لا ان یصلی امسك عن الخطبة حتی فرغ (سنن دارقطنی)	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو نماز کا حکم فرما کر اُن کے نماز سے فارغ ہونے تک خود خطبہ سے رکے رہے (سنن دارقطنی)

حضرات مجوزین بالخصوص حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان ہر سہ روایات پر جو اعتراضات کئے ہیں اُن کا خلاصہ یہ ہے (۱) پہلی روایت شیخ عبید بن محمد کے طریق سے مروی ہے انھوں نے اس کو مرفوعًا بیان کر دیا یعنی تابعی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان رواۃ کے نام بیان کر دیئے ہیں۔ درانحالیکہ دیگر ثقہ راوی امام احمد جیسے لوگوں نے اس روایت کو مرسلاً بیان کیا اور درمیان کے راویوں کے نام نہیں ظاہر کئے یہ عبید بن محمد کی بھول ہے گویا کہ اُن کے ضعیف ہونے کی دلیل ہے (۲) دوسری روایت مرسل ہے اور حدیث مرسل قابل احتجاج نہیں ہوتی (۳) تیسری روایت بھی مرسل ہے اور ابو معشر سندھی کے طریق سے ہے جو ضعیف ہیں

راقم الحروف عرض کرتا ہے پہلی روایت مرسل و مرفوع دونوں طرح سے مروی ہے یہ ضرور ہے کہ حافظ دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کے مرفوع ہونے کو عبید بن محمد کا وہم بتلایا اور مرسلاً اس روایت کو صحیح تسلیم کیا البتہ مرسل ہونے کی وجہ سے اس کو ناقابل احتجاج سمجھا لیکن یہ بات دارقطنی کی بالکل صحیح نہیں اول تو حدیث مرسل کا قابل احتجاج ہونا مسلک راجح اور قوی ہے دوسرے اس جیسے مرسل کا قابل احتجاج ہونا مجمع علیہ اور مسلمات میں سے ہے۔ عبید بن محمد کا اس کو مرفوعًا بیان کرنا کوئی غلطی ہے یا امر واقعہ ہے۔ معیار تحقیق پر پرکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ عبید بن محمد نے اس میں غلطی نہیں کھائی دیگر راویوں نے اس کو مرسلاً بیان کیا یعنی تابعی اور آنحضرتؐ کے درمیان راویوں کے نام نہیں بیان کئے عبید بن محمد نے درمیانی کڑی کا پتہ بھی دیا اور اُن کے نام بھی بتائے اس سے تو اُن کے روایت کو محفوظ رکھنے کا پتہ چلتا ہے نہ کہ اُن کی بھول کا لہٰذا قاضی شوکانی رحمہ اللہ کا یہ فرمانا و عبید بن محمد ہذا روی عنہ ابوحاتم وانما حکم علیہ الدارقطنی بالوھم لمخالفتہ من ھو احفظ منہ احمد بن حنبل وغیرہ (نیل الاوطار) محل تامل ہے اس لئے کہ دیگر حضرات کی مخالفت تو جب ہوتی جبکہ یہ حضرات درمیان کے راوی کا پتہ بتاتے اور عبید اُن کے بتائے ہوئے ناموں کے برخلاف دوسرے نام بیان کرتے ان حضرات نے تو درمیان کی کڑی کا ذکر ہی نہیں کیا پھر مخالفت کیسی۔ یہ درست ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ حفظ و اتقان میں عبید بن محمد سے زیادہ ہیں لیکن ان ہر دو حضرات میں اختلاف کا سوال ہی نہیں کہ ترجیح و فوقیت زیر بحث آئے۔ نقل و روایت میں کبھی تابعی اپنے مافوق راوی کا

نام بتائے بغیر مرسلاً روایت کردیتے ہیں اور کبھی متصلاً نام لیکر بیان کرتے ہیں پس امام احمد رحمۃ اللہ نے جس طرح سے اپنے شیخ سے بغیر درمیانی نام کے اظہار کے سنا اس طرح سے انھوں نے روایت کردیا اور عبید بن محمد نے جس طرح سے مع درمیانی راوی کے نام کے سنا اس طرح سے انھوں نے بیان کردیا۔ یہ دونوں کے درمیان اختلاف ہی نہیں، بعض سخت مزاج حضرات ان معاملات میں اختلاف کی بحث چلاکر ترجیح کا سوال لے آتے ہیں مگر محققین کی رائے اس کے خلاف ہے ان کی رائے میں یہ ثقہ کی زیادتی ہے جو بہرحال قابل قبول ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

فالصحیح الذی قال المحققون من المحدثین وقاله الفقهاء واصحاب الاصول وصححه الخطیب البغدادی ان الحکم لمن وصله ورفعه سواء کان المخالف له مثله او اکثر او احفظ لانه زیادة ثقة وهی مقبولة (مقدمه شرح صحیح مسلم)	یعنی صحیح مسلک وہی ہے جس کو محدثین فقہاء اور اصحاب اصول میں سے محققین نے کہا ہے اور خطیب بغدادی نے اس کی تصحیح کی ہے کہ صحت کا حکم متصلاً اور مرفوعاً بیان کرنے والے کی روایت پر لگایا جائے گا۔ اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ اس کے خلاف بیان کرنے والے خواہ اس سے تعداد میں زیادہ ہوں، اسی جیسے ہوں یا زیادہ حافظہ والے ہوں، اس لئے کہ یہ ثقہ کی زیادتی ہے اور وہ مقبول ہوتی ہے (مقدمہ شرح صحیح مسلم)

پس عبید بن محمد کا مرفوعاً بیان کرنا مبنی بر حقیقت ہے اور دلیل و تحقیق کے لحاظ سے قابل اعتبار اور لائق قبول ہے۔

عبید بن محمد کی توثیق | حافظ ابن حجرؒ کو غصہ ہے کہ اس حدیث میں عبید بن محمد نے مرفوعاً یہ بیان کردیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلیک کی نماز کے وقت ان کے انتظار میں خطبہ سے رُکے رہے اسی لئے حافظ عبید کی تضعیف کے درپے ہیں۔ راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اس سے تو یہی بہتر ہے صاف کہدیا جائے جو شخص ہمارے مسلک کے خلاف روایت بیان کرے وہ ضعیف ہے۔ عبید بن محمد حقیقۃً تو قصوروار نہیں، ہاں مسلک پروری کی وجہ سے جو کچھ کہا جائے کم ہے۔ حافظ فرماتے ہیں قال فی العلل بصری لیس بشئ (لسان المیزان) حافظ نے یہ قول عبید کی تضعیف میں نقل کیا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ دارقطنی کے نزدیک اگر عبید ضعیف تھے تو دارقطنی کے نزدیک اس حدیث کے تحت سنن میں اس امر کے اظہار کے لئے کیا چیز مانع تھی انھوں نے کیوں نہیں صاف کہدیا کہ عبید ضعیف

ہیں جبکہ ابو معشر کی دارقطنی اسی مقام پر تضعیف کر رہے ہیں مگر عبید کے متعلق کوئی خفیف سے خفیف جرح کا لفظ بھی استعمال نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں اسندہ ھذا الشیخ عبید بن محمد فوھم' دارقطنی کا یہ لب و لہجہ کہ عبید کو اس جگہ الشیخ کے لفظ سے یاد کر رہے ہیں' اُن کی توثیق کی طرف ہی مشیر ہے اگر دارقطنی کے نزدیک عبید بن محمد ضعیف تھے تو اُن کے لئے ان کی تضعیف کے اظہار کا یہی بہترین موقع تھا کیونکہ دارقطنی ان کی اس روایت کو رد کر رہے ہیں۔ عبید بن محمد رحمہ اللہ محدث ابوحاتمؒ کے شیوخ میں سے ہیں اور سابقاً گذر چکا ہے کہ ابوحاتم رواۃ کے معاملہ میں متشدد ہیں اور متشدد کا قول و عمل توثیق میں زیادہ لائق اعتبار ہوتا ہے۔ قاضی شوکانی رحمہ اللہ کے سابقہ قول کا مطلب بھی یہی ہے کہ دارقطنی نے عبید کی مرفوعاً روایت کو جو اُن کا وہم قرار دیا ہے اس کی بنا ء عبید کا ضعف نہیں ہے بلکہ عبید ثقہ ہیں) ابوحاتم جیسے متشدد محدث اُن سے روایت کرتے ہیں بلکہ دارقطنی کے نزدیک بناء وہم یہ ہے کہ عبید سے زیادہ ثقہ رواۃ (امام احمد وغیرہ) اس کو مرسلاً بیان کرتے ہیں اور عبید نے اس کو مرفوعاً بیان کر دیا عبید کو ابوحاتم کا ثقہ سمجھنا قاضی شوکانی کی قیاسی بات نہیں بلکہ اس کی تصریح موجود ہے۔ ابوحاتم کے صاحبزادے حافظ ابو محمد عبدالرحمٰن جن کو ابن ابی حاتم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اپنی کتاب الجرح والتعدیل میں عبید بن محمد کے متعلق تحریر فرماتے ہیں روی عنہ ابی وسالتہ عنہ فقال ھو ثقۃ۔ اب رہا حافظ ابن حجرؒ کا نقل کردہ قول لیس بشئی اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ اس سے مراد تضعیف نہیں بلکہ تقلیل حدیث ہے۔ محدثین اس لفظ کا قلیل الحدیث شخص پر اطلاق کر دیتے ہیں۔ خود حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں فرماتے ہیں ذکر ابن القطان الفاسی ان مراد ابن معین من قولہ لیس بشئی ان احادیثہ قلیلۃ (ترجمہ عبدالعزیز بن المختار)

اور یہ امر واقعہ ہے کہ عبید بن محمد غایت درجہ قلیل الحدیث ہیں۔ حافظ دارقطنیؒ اُن کی اور کوئی روایت سنن میں نہیں لائے (فیما اعلم) تحقیق اور دلیل اسی کی مقتضی ہے کہ دارقطنی نے عبید کی تضعیف نہیں کی بالفرض کی ہو تو ترجیح ابوحاتم کی توثیق کو ہے اولاً تو اس لئے کہ یہ تضعیف بلا دلیل ہے اور جرح بغیر تفسیر اور دلیل کے ناقابلِ تسلیم ہے۔ ثانیاً یہ کہ دارقطنی نے عبید کو نہ دیکھا اور نہ اُن کو عبید کے احوال سے ابوحاتم جیسی واقفیت ہے۔ ابوحاتم نے عبید کو خود دیکھا اور ان سے روایات حاصل کیں اور اُن کے حالات سے واقفیت حاصل کر کے ان کی توثیق کی۔ لہٰذا ابوحاتم کی توثیق قابلِ قبول ہے اور دارقطنی کی تضعیف ناقابلِ اعتبار۔

حدیثِ مرسل کا قابلِ احتجاج ہونا | ان مجوزین حضرات کا حدیثِ مرسل کو علی الاطلاق ناقابلِ احتجاج کہدینا صریح غلط بیانی ہے۔ امرواقعہ یہ ہے کہ حدیثِ مرسل باتفاق ائمہ تابعین حجت ہے۔ اتباعِ تابعین اور اُن کے بعد کے ائمہ متبوعین میں سے امام مالک، سفیان ثوری، امام اوزاعی، امام احمد بن حنبل (فی المشہور عنہ) وغیرہم جمہور ائمہ کے نزدیک حجت ہے۔ علامہ نودی مقدمہ شرح صحیح میں فرماتے ہیں امام مالک، ابوحنیفہ امام احمد اور اکثر فقہا کے نزدیک حدیثِ مرسل قابلِ احتجاج ہے۔ حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ ابن جریر طبری کا قول نقل فرماتے ہیں کہ حدیث مرسل کے حجت ہونے میں تمام علمار تابعین متفق ہیں حتیٰ کہ دوسری صدی تک کسی سے انکار ثابت نہیں ہوا (انتہیٰ) دیگر یہ کہ حدیثِ مرسل کو حجت نہ ماننے والوں کی فہرست میں سرورق پر امام شافعی رحمہ اللہ کا نام آتا ہے لیکن اُن کے نزدیک بھی جب کوئی حدیثِ مرسل دوسرے طریق سے بھی مروی ہو اگرچہ وہ دوسرا طریق بھی مرسل ہو یا اس حدیثِ مرسل کے انتضاکے موافق جمہور علمار امت کا مذہب ہو یا یہ مرسل کسی صحابی کے فتویٰ کی موافق ہو تو پھر اس مرسل کے حجت ہونے میں امام شافعی اور اُنکے اصحاب کو بھی انکار نہیں، یہ جو کچھ عرض کیا گیا قیاس یا استنباط سے نہیں کہا گیا بلکہ مجوزین حضرات کی تصریحات موجود ہیں

فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں ہے۔ لکن اذا صح یعنی ثبت لنا خصوصًا للشافعیہ بتعالھم فی امامھم مخرجہ المرسل بسند یجیئ من وجہ اٰخر صحیح او حسن او ضعیف یعتضد بہ او بمرسل اٰخر یخرجہ ای یرسلہ من لیس موری عن رجال ای شیوخ راوی المرسل الاول حتی یغلب علی الظن عدم اتحادھما فقبلہ بالجزم۔ پھر فرماتے ہیں ولکن ایعتضد لا بما ذکرہ مع ھذین الشافعی کما سیاتی من موافقۃ قول بعض الصحابی او فتوی عوام اھل العلم مع کون الاعتضاد بھا فی التوفیب ھکذا انتھیٰ اس عبارت سے کس صراحت کے ساتھ ثابت ہورہا ہے کہ جب ایک مرسل دو طریق سے مروی ہو اور دوسرا طریق خواہ صحیح ہو حسن ہو یا ضعیف ہو یا اس مرسل کا مضمون کسی صحابی کے فتویٰ کے موافق ہو یا جمہور علمار سلف کے مسلک کے موافق ہو تو وہ حدیثِ مرسل امام شافعی اور شوافع رحمہم اللہ کے نزدیک بھی مقبول ہے۔ تعجب ہے کہ ان روایات کی تضعیف کے علمبردار حافظ ابن حجرؒ ہی شرح نخبۃ الفکر میں تصریح فرماتے ہیں قال الشافعی یقبل ان اعتضد بہ من وجہ اٰخر یبائن الطریق الاول مسندا کان او مرسلا الخ۔ ان تصریحات کے ہوتے ہوئے ان روایات کو ناقابلِ استدلال واحتجاج کہدینا صریح بے انصافی

ہے اور حقائق سے دیدہ و دانستہ چشم پوشی ہے۔

ابو معشر کا ضعف | ابو معشر کو دارقطنی رحمہ اللہ نے ضعیف کہہ کر اس روایت کو رد کرنا چاہا لیکن ان سے ایک چوک ہوئی اُنھوں نے یہ نہ دیکھا کہ ابو معشر کی یہ روایت محمد بن قیس کے طریق سے ہے اور وہ محمد بن قیس کی روایات کے حق میں ضعیف نہیں ہیں، علماء متقدمین نے اس کی تصریح کی ہے۔ استاذ الکل امام بخاریؒ کے قابل فخر استاد علل احادیث کے عارف یکتا و نقاد رجال امام علی بن المدینی رحمہ اللہ اور اُن کے استاد بھائی محدث عمرو بن الفلاس فرماتے ہیں وکان یحدث عن محمد بن قیس و محمد بن کعب باحادیث صالحہ۔ لہذا اس روایت کے قابل احتجاج ہونے میں کوئی تامل ہی نہیں۔

دیگر ایں کہ ابو معشر متعدد حضرات کے نزدیک قابل احتجاج ہیں، امام نسائی رحمہ اللہ ابو معشر کی روایات کو قابل احتجاج سمجھتے تھے۔ امام احمد رحمہ اللہ بھی ان کی روایات لیتے ہیں۔ ابو حاتم محدث فرماتے ہیں کہ میں ابو معشر کی روایات سے بچا کرتا تھا لیکن امام احمد کے طرز عمل کو دیکھتے ہوئے میں نے بھی ان کی روایات لینی شروع کر دیں۔ امام نسائیؒ اور محدث ابو حاتم جیسے سخت مزاج علماء کا ابو معشر کی روایات کو قبول کرنا ان کے قابل احتجاج ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ پھر جن حضرات کے نزدیک وہ ضعیف ہیں وہ ان کی روایات کو بالکل قابل رد نہیں کہتے۔ ابن عدی محدث جو ابو معشر کی تضعیف کرنے والوں میں ہیں فرماتے ہیں۔

حدث عنہ الثقات و مع ضعفہ۔ یکتب حدیثہ (تذکرۃ الحفاظ تہذیب التہذیب وغیرہ وغیرہ)

ان روایات سے جس وضاحت کے ساتھ یہ ثابت ہو رہا ہے کہ سلیک کی نماز کے وقت خطبہ نہیں ہو رہا تھا وہ محتاج بیان نہیں۔

اس باب کی جملہ روایات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تنگ وقت میں جبکہ آپ منبر پر پہنچ چکے تھے سلیکؓ کو اُن کی ضروریات کے اظہار کے لئے نماز کے واسطے کھڑا کیا تھا تاکہ حاضرین ان کی بوسیدگی لباس کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر اُن کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے اُن کو صدقہ دیں ورنہ یہ موقع صلوٰۃ و کلام کا نہیں تھا۔ یہ مضمون امام احمد کی ایک روایت میں مصرح موجود ہے۔ (باقی آیندہ)